

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة الانفال

(۶)

(گزشتہ سے پیوستہ)

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ
وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴿٥٠﴾ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ أَيْدِيكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ
لِّلْعَبِيدِ ﴿٥١﴾

اگر تم دیکھ پاتے (تو دیکھتے کہ اُس وقت کیا گزر رہی تھی)، جب فرشتے ان منکروں کی روئیں قبض کر رہے تھے، ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر مارتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ اب چکھو جلنے کا عذاب۔ یہ اُس کا بدلہ ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجا تھا اور اس لیے ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ ۵۰-۵۱

۹۱ چنانچہ ٹھیک وہی معاملہ کر رہا ہے جس کے تم اپنے کرتوتوں کے نتیجے میں مستحق ہو چکے ہو۔ آیت میں اَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ کے الفاظ ہیں۔ ان میں مبالغہ پر جوئی آئی ہے، وہ مبالغہ فی النفی کے لیے ہے۔ ہم نے ترجمہ اسی کے لحاظ سے کیا ہے۔ یہ وہی بات ہے جو دوسرے مقامات میں اَنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ* (بے شک،

* النساء: ۴۰-۴۱

كَذَابِ الْفِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَآخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٥٢﴾ ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَى قَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٥٣﴾ كَذَابِ الْفِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ فَاهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَعْرَفْنَا الْفِرْعَوْنَ

ان کے ساتھ وہی معاملہ ہوا ہے جو آل فرعون اور ان سے پہلے کے لوگوں کے ساتھ پیش آیا تھا۔ انھوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کر دیا تو اللہ نے ان کے گناہوں پر انھیں پکڑ لیا۔ بے شک، اللہ قوی ہے، وہ سخت سزا دینے والا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ اللہ کسی نعمت کو جو اس نے کسی قوم کو عطا کی ہو، اس وقت تک نہیں بدلتا، جب تک وہ اپنے آپ میں تبدیلی نہ کریں۔ (نیز) اس وجہ سے کہ اللہ سمیع و علیم ہے۔ وہی معاملہ جو آل فرعون اور ان سے پہلے کے لوگوں کے ساتھ پیش آیا تھا۔ انھوں نے اپنے پروردگار کی نشانیوں کو جھٹلایا تو (بالآخر) ان کے گناہوں کی پاداش میں ہم نے انھیں ہلاک کیا اللہ ذرے کے برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا) اور اَنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا* (بے شک، اللہ لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا) کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ اس اسلوب کی مثالیں قرآن مجید اور کلام عرب، دونوں میں موجود ہیں۔ ۹۲ اشارہ ہے ان سزاؤں کی طرف جو پے در پے ان پر نازل ہوئیں تاکہ وہ متنبہ ہوں اور پیغمبر کی بات سننے کے لیے آمادہ ہو جائیں۔ بدر کے موقع پر قریش کو جو کچھ پیش آیا، اس کی نوعیت بھی یہی تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ ان کے ساتھ وہی معاملہ ہوا ہے جو فرعون والوں اور ان سے پہلے کے لوگوں کو پیش آیا تھا۔

۹۳ مطلب یہ ہے کہ خدا کا عذاب اندھے کی لاٹھی نہیں ہے۔ وہ تمام تر خدا کے سمیع و علیم پر مبنی ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی قوم کو سرفرازی کے لیے منتخب کر لینے کے بعد وہ جب اسے تباہی کے حوالے کرتا ہے تو اس کے کرتوتوں کی بنیاد پر کرتا ہے۔ قوموں کے عزل و نصب سے متعلق یہ خدا کی غیر متبدل سنت ہے۔ بنی اسرائیل (۱۷) کی آیت ۵۸ میں فرمایا ہے کہ خدا یہ معاملہ دنیا کی ہر قوم کے ساتھ کر رہا ہے اور قیامت تک کرتا رہے گا۔ رسولوں کی بعثت کے بعد، البتہ یہ بالکل مشہود ہو جاتا ہے۔ ان کی طرف سے اتمام حجت کے باوجود جب کوئی قوم آیات الہی کو جھٹلا دیتی ہے تو یہ اس

* یونس: ۱۰۴۔

وَكُلُّ كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿٥٣﴾

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٥﴾ الَّذِينَ عَاهَدَتْ مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾ فَمَا تَتَّقِفْنَهُمْ فِي

اور فرعون کے لوگوں کو غرق کر دیا۔ یہ سب ظالم لوگ تھے۔ ۵۳-۵۴

یقیناً اللہ کے نزدیک بدترین جانور وہ لوگ ہیں جنہوں نے انکار کر دیا ہے، پھر کسی طرح ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ (بالخصوص وہ لوگ) جن سے تم نے عہد لیا، پھر ہر مرتبہ وہ اپنا عہد توڑ دیتے ہیں اور ذرا نہیں ڈرتے (کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا)۔ سو انہیں لڑائی میں پاؤ تو ان کو ایسی مار مارو کہ جو ان کے بات کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ آخری درجے میں بگڑ چکی ہے، لہذا اسی درجے میں ہلاکت اور تباہی کے حوالے کر دی جاتی ہے۔

۹۴ یعنی تنبیہات سے آگے اب وہ لوگ بھی آگئے ہیں جو پہلی قوموں کے معاملے میں آتی رہی ہے کہ وہ خدا کی کھلی ہوئی نشانیوں کو بھی جھٹلا دیتی تھیں۔ بدر میں خدا کے فرقان کو دیکھ لینے کے بعد قریش نے یہی کیا ہے، اس لیے اب اس کا نتیجہ بھی بھگتنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ فرعون اور اس کے لشکروں کے لیے اس کا نتیجہ یہ نکلا تھا کہ خدا نے انہیں غرق کر دیا تھا۔

اس تشریح سے واضح ہے کہ کَذَّابِ الْفِرْعَوْنَ کے الفاظ ان آیتوں میں اگرچہ دو مرتبہ آئے ہیں، مگر یہ تکرار کے لیے نہیں آئے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”... یہ تکرار نہیں ہے، بلکہ دونوں جگہ دو باتیں بتائی گئی ہیں۔ پہلے یہ بتایا کہ یہ اُسی نوع کی تنبیہ ہے جس نوع کی

تنبیہ فرعون اور دوسری قوموں کو کی گئی۔ پھر یہ بتایا کہ اگر اس تنبیہ سے انہوں نے فائدہ نہ اٹھایا تو بالآخر ان پر بھی

اُسی طرح فیصلہ کن عذاب آجائے گا، جس طرح اُن قوموں پر آیا۔“ (تذکرہ قرآن ۴/۳۷۹)

۹۵ اس لیے کہ انسان اُسی وقت تک انسان ہے، جب تک وہ سوچنے سمجھنے اور علم و عقل کی روشنی میں فیصلے کرنے کی صلاحیت سے بہرہ یاب ہے۔ یہ صلاحیت ختم ہو جائے تو اُس میں اور جانوروں میں کوئی فرق باقی نہیں رہ جاتا۔ آیت میں شَرَّ الدَّوَابِّ کے الفاظ آئے ہیں، ان میں جو زور اور شدت ہے، اُس کی وضاحت پیچھے آیت ۲۲ کے تحت ہو چکی ہے۔

الْحَرْبِ فَشَرِدْ بِهِمْ مَنْ خَلَفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَدَّكُرُونَ ﴿٥٧﴾ وَأَمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾

پیچھے ہیں، اُن کو بھی تتر بتر کر دو تا کہ وہ سبق حاصل کریں۔ (تم لوگ، البتہ ہر حال میں عہد کی پابندی کرو) اور اگر کسی قوم سے بد عہدی کا اندیشہ ہو تو اُن کا عہد اُسی طرح برابری کے ساتھ اُن کے آگے پھینک دو۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ بد عہدوں کو پسند نہیں کرتا۔ ۵۵-۵۸

۹۶ یہ اشارہ یہود اور بعض دوسرے قبائل کی طرف ہے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمانے کے بعد حسن جوار اور باہمی تعاون اور مددگاری کے معاہدے کر لیے تھے۔ لیکن جس طرح کے حالات کے لیے یہ معاہدے کیے گئے تھے، وہ جب پیش آتے تو یہ کبھی اُن کی پاس داری نہیں کرتے تھے، بلکہ ہمیشہ انھیں توڑ دیتے تھے۔
۹۷ یعنی لڑائی کے لیے ابھی سامنے نہیں آئے، مگر پیچھے بیٹھے ہوئے پر تول رہے ہیں۔

۹۸ اصل میں عَلٰی سَوَاءٍ کے الفاظ آئے ہیں۔ ان کے کیا مراد ہے؟ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”...عَلٰی سَوَاءٍ“ کا مفہوم یہ ہے کہ انھی کے برابر اقدام تم بھی کرنے کے مجاز ہو۔ اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں دینا چاہیے، بلکہ جواب ہم وزن ہونا چاہیے۔ بعض لوگوں نے اس سے یہ لازم قرار دیا ہے کہ ختم معاہدہ کی اطلاع فریق ثانی کو دے دینی چاہیے۔ اُن کی اس بات کی کوئی دلیل ان الفاظ میں مجھے نظر نہیں آتی۔ البتہ یہ بات مستطبت ہوتی ہے کہ محض فرضی اندیشہ کسی معاہدے کو کالعدم قرار دینے کے لیے کافی نہیں ہے، بلکہ عملاً اُس کی خلاف ورزی کا اظہار ہوا ہو۔ اول تو یہاں تَخَافَنَّ کا جو فعل استعمال ہوا ہے، اُس میں خود تاکید ہے۔ دوسرے عَلٰی سَوَاءٍ کی قید بھی ان کو نمایاں کر رہی ہے۔“ (تذکرہ قرآن ۳/۳۹۹)

۹۹ یعنی جب اللہ پسند نہیں کرتا تو اہل ایمان کو بھی پسند نہیں کرنا چاہیے۔

[باقی]